قائداعظمؒ اور بلوچستان

عنایت اللہ بلوچ

بلوچستان اور قائداعظم محمد علی جناح کے تعلقات پر کچھ لکھنے سے قبل بیسویں صدی کے اوائل میں بلوچستان کے سیاسی نقشہ کو پیشِ نظر رکھنا مناسب ہوگا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں بلوچستان برطانوی فارورڈ پالیسی کو مؤثر بنانے کے لئے مندرجہ ذیل حصوں وغیرہ میں تقسیم کیا گیا تھا۔

۱۔ ریاستی بلوچستان۔

۲۔ برطانوی بلوچستان۔

۱۔ ریاستی بلوچستان! اس کا فرمان روا خان آف قلات تھا۔ جس کا ایک برطانوی نامزد وزیراعظم ہوتا تھا جو تمام سیاہ سپید کا مالک ہوا کرتا تھا۔ اس کا دارالخلافہ قلات تھا۔ اس میں ریاست قلات بشمول مکران اور خاران اور لس بیلہ کی ریاستیں تھیں۔

۲۔ برطانوی بلوچستان! یہ علاقہ زیادہ تر ریاستی بلوچستان سے متعدد ہتھیائے ہوئے علاقوں پر مشتمل تھا جس کا صدر مقام کوئٹہ تھا جس کا حاکم ایجنٹ برائے گورنر جنرل کے نام سے موسوم ہوا کرتا تھا۔ برطانیہ نے اپنے مفاد کے لئے نہ صرف بلوچستان کو متعدد حصوں میں بانٹا بلکہ عوام کا معاشی استحصال کرنے کے لئے "سرداری نظام" کا اجرا کیا اور یوں بلوچ عوام کو لوٹا گیا، بلکہ قوم کا سیاسی شعور بھی ختم کر دیا گیا۔ عہدِ حاضر کے معروف انقلابی مدبر جمال عبدالناصر کا کہنا تھا کہ معاشی آزادی کے بغیر جمہوریت یعنی سیاسی آزادی کا تصور محال ہے۔ بلوچستان میں صرف اخبار پڑھنے پر جرگہ سے انگریز حکمران سزا دلوا دیا کرتے تھے۔ ایسی صورتحال میں برصغیر میں ایک مسلمان ایسا بھی تھا جو بلوچستان کی اس صورتِ حال کا جائزہ لے رہا تھا اور یہ تھا بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح۔

قائداعظم اور بلوچستان کے تعلقات کو ہم دو حصوں میں تقسیم کریں گے:

۱ - قائداعظم اور ریاستی بلوچستان ۔

۲ - قائداعظم اور برطانوی بلوچستان

ریاستی بلوچستان

ریاستی بلوچستان سے قائداعظم کا براہِ راست واسطہ ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ ۱۹۳۳ء میں قلات کے تخت پر میر احمد یار خان (موجودہ گورنر بلوچستان) برسرِ اقتدار آئے۔ میر احمد یار خان ایک محبِ وطن اور سچے مسلمان ہیں۔ جن کو بلوچستان کے آئینی حقوق کا از حد خیال تھا۔ اور ان آئینی حقوق کے حصول کی لگن خان آف قلات کو قائداعظم کے پاس لے گئی۔ بقول میر احمد یار خان "۱۹۳۶ء میں ریاست کے اقتدارِ اعلیٰ اور برطانیہ کے درمیان معاہداتی تعلقات کے بارے میں قانونی ماہر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ اسی دوران اس وقت کے ممتاز قانون دان مسٹر محمد علی جناح سے ربط و ضبط بڑھایا"[1] قائداعظم نے ریاستی بلوچستان کے عوام کے حقوق کی بازیابی میں خانِ قلات کی مدد کا نہ صرف وعدہ کیا بلکہ خانِ قلات کو بلوچستان کی سیاسی اہمیت کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ بلوچستان جغرافیائی محلِ وقوع کے لحاظ سے نہایت اہمیت کا حامل ہے اور اسلامی اتحاد میں بلوچ عوام اور بلوچستان کا خطہ مستقبل میں اہم کردار ادا کرے گا کیونکہ اس خطّہ کے ارد گرد متعدد اسلامی ممالک واقع ہیں[2]۔

اس سیاسی تعلق نے ان دو رہنماؤں کی نجی دوستی میں اضافہ کیا۔ جب ۱۹۴۰ء میں قائداعظم نے دورۂ بلوچستان کو ناسازیٔ طبع کی بنا پر منسوخ کیا تو اس موقعہ پر خانِ قلات نے ۷ استمبر ۱۹۴۰ء کو ایک خط لکھا جس میں دورہ کی منسوخی اور ان کی خرابیٔ صحت پر افسوس کا اظہار کیا اور آپ کو مشورہ دیا کہ وہ بحالیٔ صحت کے لئے قلات آکر قیام کریں۔ قائداعظم کی قیادت کی اہمیت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا:

> "Today, the hopes of eighty million Mussalmans of India are centered in you and it is the desire of every one of us that God, the Almighty, may bestow you with sound health and a long successful life to the cause of Islam".[3]

ان تعلقات کا سلسلہ بڑھتا رہا۔ ۱۹۴۳ء میں قائداعظم جب برطانوی بلوچستان آئے تو انہوں نے ۲۹ جون ۱۹۴۳ء کو خانِ قلات کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے خان قلات کی دعوت برائے قیام قلات پر خوشی کا اظہار کیا۔ یہ دورہ ۱۵ جولائی ۱۹۴۳ء کو مقرر ہوا۔ ریاستی بلوچستان کے قیام کے دوران آپ کے ہمراہ آپ کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح بھی تھیں اور اس کے علاوہ آپ کا ایک سیکرٹری

اور دو ملازم بھی تھے۔ آپ نے اپنے خط میں بلوچستان کی سرزمین کے لئے جن خیالات کا اظہار کیا وہ یقیناً ایک حساس اور عوام دوست انسان کے الفاظ ہو سکتے ہیں۔ آپ کی نظر میں بلوچستان کے درخشاں مستقبل پر تھیں، آپ نے بلوچستان کے بارے میں لکھا تھا:

"The Country although is dry with its barren hills, but if not neglected can be made into most wonderfull land"4

اس طرح اپنے اس دورہ کے بعد ۱۲ جولائی ۱۹۴۳ء کے ایک خط میں قائد اعظم نے ریاستی بلوچستان کے نمائندہ حکمران میر احمد یار خان کو ان کی مہمان نوازی پر شکریہ کا خط لکھا تھا۔ اس دورہ کے دوران خانِ قلات نے اپنا ایک کتا "ڈیچوم" قائد اعظم کی نذر کیا، لیکن آپ نے اس تحفہ کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔ شاید اس لئے کہ آپ مسلمانوں کے حقوق کی جنگ میں اتنے منہمک رہتے تھے کہ ایسے "مشاغل" کے لئے آپ کے پاس وقت نہیں تھا۔ آپ نے اپنے خط میں خانِ قلات کو مزید لکھا تھا کہ اس بے زبان جانور کو کراچی کی گرمی میں لے جانا اس پر ظلم کرنے کے مترادف ہوگا۔ آپ نے اپنے معزز میزبان سے یہ بھی کہا کہ اگر وہ اس قسم کا کوئی تحفہ ان کی ہمشیرہ کو دیں تو وہ از حد خوش ہوں گی۔[۵]

اس طرح جب ۱۹۴۵ء میں قائد اعظم بیمار ہوئے تو ڈاکٹروں نے آپ کو مکمل آرام کا مشورہ دیا تھا تو اس سلسلہ میں آپ کی نظر برصغیر کے انتہائی صحت افزا مقامات کو چھوڑ کر بلوچستان کی طرف گئی۔ آپ نے اپریل ۱۹۴۵ء میں اپنے ایک خط میں خانِ قلات کو اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ ان کو قیام بلوچستان میں اپنا مکان عطا کریں۔ اس طرح قائد اعظم نے بلوچستان کو اپنی نجی اور سیاسی زندگی میں برصغیر کے دیگر حصوں سے ممتاز جانا جو اہلِ بلوچستان کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ اس طرح قائد اعظم ریاستی بلوچستان کے حقوق کے لئے خان قلات کی بھرپور امداد کرتے رہے۔ مارچ ۱۹۴۶ء میں جب برطانوی وزارتی مشن برصغیر کے دورہ پر آیا اور آزادی کے مسئلہ پر برصغیر کے ہر مکتبۂ فکر کے افراد سے تبادلۂ خیال کیا۔ تو خان قلات نے ملاقات سے قبل قائد اعظم سے مدد طلب کی۔ تو قائد اعظم نے ریاستی بلوچستان کے حقوق کے حصول کے لئے ایک خوبصورت طریقہ اپنایا اور خانِ قلات کے اعزاز میں ایک بہت بڑی دعوت دی جس میں وزارتی مشن کے افراد اور دیگر اہم سیاسی شخصیتوں کو بھی مدعو کیا گیا اور پھر اس دعوت میں خان قلات نے ریاستی بلوچستان کے آئینی مسائل کا تذکرہ کیا۔[۶] اس طرح بعد ازاں قلات کیس کو متعدد آئینی ماہرین نے مرتب کیا اور یہ کیس قائد اعظم نے وزارتی مشن کو پیش کیا۔ قائد اعظم کی ان کاوشوں نے

جہاں قائد اعظم اور خانِ قلات کی دوستی کو مستحکم کیا، وہاں ریاستی بلوچستان میں قائد اعظم کا احترام بڑھا اور اس محبت کی بدولت ۱۹۴۷ء میں خانِ قلات نے ریاستی بلوچستان کی طرف سے نائیک پیر محمد اور حوالدار درانی کو قائد اعظم کی پہرہ داری کے لئے مقرر کیا[۷] اور یہ سلسلہ اگست ۱۹۴۷ء تک جاری رہا اور ان کے تمام تر اخراجات دربار قلات سے ادا کئے جاتے رہے۔ ان دونوں افراد کا تعلق خان قلات کے ذاتی باڈی گارڈ سے تھا۔ اسی طرح جب بھی قیام پاکستان سے قبل قائد اعظم ریاستی بلوچستان تشریف لے جاتے تو آپ کا استقبال وائسرائے ہند کی طرح کیا جاتا اور آپ کو نہ صرف گارڈ آف آنر پیش کیا جاتا بلکہ اکیس توپوں کی سلامی بھی دی جاتی۔[۸] یہ اعزاز بلوچ عوام کی طرف سے آپ کو اپنا رہنما ماننے کے مترادف تھا۔ اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو مسلم لیگ کی پالیسی کے تحت ریاستوں کو آزادی کا حق دیا گیا لیکن تمام مسلمان ریاستوں بہاول پور، خیر پور، چترال، سوات، دیر وغیرہ نے پاکستان میں شمولیت اختیار کر لی لیکن ریاستی بلوچستان نے شمولیت میں دیر برتی تو قائد اعظم نے بلوچستان کی معاشی و اقتصادی و سیاسی ترقی کے لئے خان قلات سے اپیل کی کہ وہ پاکستان میں شامل ہو جائیں۔ ۲ فروری ۱۹۴۸ء میں قائد اعظم نے خان قلات کو پاکستان میں شمولیت کے لئے ایک خط لکھا۔ اور خان قلات نے جواب میں اس مسئلہ کو حل کرنے کا وعدہ کیا۔[۹] ابھی یہ بات چیت جاری تھی کہ ۲۷ مارچ ۱۹۴۸ء کو آل انڈیا ریڈیو نے ایک نشریہ میں کہا کہ خان قلات نے ہندوستان سے الحاق کی درخواست کی ہے۔[۱۰] یہ اعلان بلوچ عوام کی قائد اعظم سے محبت اور دو حکمرانوں کی دوستی پر ایک حملہ تصور کیا گیا اور خان قلات نے ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو ایک فرمان جاری کیا جس میں نہ صرف اس نشریہ کی مذمت کی گئی بلکہ فرمان میں کہا گیا تھا کہ "حکمران قلات نے گذشتہ دس سال میں جو کوشش حصولِ پاکستان یا اس کے استحکام کے لئے کی ہے وہ اظہر من الشمس ہے .... اس غلط پروپیگنڈہ کا قطعی سدباب کرنا اور مسلمانانِ قلات و پاکستان کے مابین تفرقہ پیدا ہونے کے امکانات کو رفع کرنا اس وقت نہایت ضروری ہے۔ لہذا میں میر احمد یار خان بفضلِ خداوند کریم و بزرگ بحیثیت حکمران حکومت بلوچی قلات گذشتہ یعنی ۲۷، ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کی درمیانی شب کے نو بجے سے اس نشریہ کے جواب میں حکومت اسلامی بلوچی قلات کا اسلامی حکومتِ خداداد پاکستان کے ساتھ شامل ہونے کا اعلان کرتا ہوں"[۱۱] اس طرح ریاست کے بلوچ عوام نے قائد اعظم کی قیادت میں اسلامی اتحاد کی طرف پیش قدمی کا عملی نمونہ پیش کیا۔ یہ اقدام قائد اعظم کے ۱۹۳۶ء کے ان تصورات کے عین مطابق تھا جس میں آپ نے بلوچ عوام اور بلوچستان کو اسلامی

اتحاد کا مرکز قرار دیا تھا۔

قائداعظم اور برطانوی بلوچستان

قائداعظم کا ریاستی بلوچستان سے رابطہ اگرچہ ۱۹۳۶ء میں ہوا تھا لیکن آپ کا اولین رابطہ برطانوی بلوچستان سے ۲۹ مارچ ۱۹۲۷ء کو ہوا جب آپ نے بلوچستان میں بھی ہند کے دیگر صوبوں کی طرح اصلاحات کے نافذ کئے جانے کا مطالبہ کیا تھا[12]۔ درحقیقت تعلیمی و معاشی طور پر ان اصلاحات کے ذریعہ برطانوی بلوچستان کو ہند کے دیگر صوبوں کے برابر لانا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب بلوچستان میں سیاسی زندگی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ بلوچستان کے عوام اس بات پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں کہ بلوچستان کی سیاسی آزادی کا اولین سپاہی قائداعظم محمد علی جناح تھا۔ اس طرح قائداعظم نے مارچ ۱۹۲۹ء میں اپنے چودہ نکاتی پروگرام میں ایک بار پھر اس مطالبہ کا اعادہ کیا کہ برطانوی بلوچستان میں اصلاحات کا نفاذ عمل میں لایا جائے[13]۔ اس طرح قائداعظم سیاسی میدان میں مسلمانوں کے حقوق کی جدوجہد کرتے ہوئے بھی بلوچ عوام کے حقوق کے لئے اسمبلی اور دیگر سیاسی میدانوں میں اپنے عزائم کا بھرپور اظہار کرتے رہے جس کے نتیجہ میں برطانوی بلوچستان کے مسلم قوم پرستوں نے ۱۹۳۸ء میں کوئٹہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی شاخ ملک محمد خان کانسی کی صدارت میں قائم کی۔[14]

۱۹۳۹ء میں آپ نے برطانوی بلوچستان کا پہلا دورہ کیا[15]۔ اس دورہ کا مقصد مسلمانوں میں سیاسی شعور کو اجاگر کرنا تھا۔ اس دورہ میں آپ نے برطانوی بلوچستان میں مسلم لیگ کی از سر نو تنظیم کا کام قاضی محمد عیسیٰ کے سپرد کیا۔ لیکن آپ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ قاضی عیسیٰ کا تعلق پختون طبقہ سے تھا نیز یہ کہ ان کا دائرۂ اثر کوئٹہ تک محدود تھا۔ کیونکہ برطانوی سامراجیت نے اس خطہ میں قبائلی نظام کی پرورش کی تھی جس کی وجہ سے یہاں کی سماجی و سیاسی قوت کا نشان سردار بن کے رہ گئے تھے۔ سرداری و قبائلی نظام بلوچستان کی تاریخ کا انتہائی مکروہ باب رہا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے ہم کو انکار نہیں کرنا چاہیئے کہ بسا اوقات تاریخ میں بعض حساس و ذمہ دار افراد نے قومی تحریکوں میں اہم کردار ادا کیا۔ کیونزم کی نشوونما میں دولت مند اینگلز کا کردار ایک اہم واقعہ ہے اسی طرح عوام کے حقوق کے حصول میں قائداعظم کی قیادت میں برطانوی بلوچستان میں سب سے زیادہ حصہ جمالی قبیلہ کے سردار میر جعفر خان جمالی اور

نواب محمد خان جوگیزئی نے لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قائد اعظم کی اعلیٰ قیادت اور ذاتی تعلقات نے ان سرداروں کو تحریکِ آزادی اور تحریکِ پاکستان میں کام کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ میر جعفر خان جمالی نے تمام بلوچ علاقوں کے دَورے کئے اور بلوچ سرداروں اور عوام الناس کو اپنے روایتی انداز میں مسلم لیگ کے مقاصد سے آگاہ کیا۔ میر جعفر خان جمالی برطانوی بلوچستان کے پہلے رہنما تھے جن کے خلوص اور تحریک سے لگن کا قائد اعظم نے متعدد بار اعتراف کیا۔ مندرجہ ذیل خط میں قائد اعظم نے میر جعفر خان جمالی کو خراجِ تحسین ادا کیا ہے، یہ خراجِ تحسین بلوچ عوام کے لیے دنیا کے تمام خزانوں سے زیادہ قیمتی ہے :

17th June, 1942

Dear Mir Jaffar Khan Jamali.

Mr. Khuhro and Mr. Sayed have given me a detailed report of your tour and I am glad that it was a great success and that you rendered valuable assistance to the deputation on tour.

This is just to say that I am very grateful to you for having but your heart and soul with the League and that you are doing all you can for the organisation of the Muslim League not only in your province but in Sind also and thereby generally helping the Muslim cause, their betterment and their uplift.

Hoping you are well, with very kind regards.

Yours sincerely,

(M. A. Jinnah)

Sardar Mir Jaffer Khan Jamali
Rojhan, P. O. Jhatpat' *Baluchistan.*"

آپ نے ۱۹۴۳ء میں بلوچستان میں مسلم لیگ کی تنظیم کے سلسلے میں دَورہ کیا تو بلوچستان کی معاشی و اقتصادی ترقی اور سیاسی بیداری میں سامراجیوں کے مسلط کردہ سرداری نظام کو ایک رکاوٹ پایا۔ آپ سمجھتے تھے کہ بلوچ قوم نے اس خطہ میں ایک تاریخ ساز کردار ادا کرنا ہے اور یہ تبھی ممکن ہے کہ یہاں سے سرداری نظام کا خاتمہ کیا جائے تاکہ عوام الناس اس خطہ کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ آپ نے

۳ جولائی ۱۹۴۲ء کو کوئٹہ میں ایک عام اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے سرداری نظام کے بارے میں کہا:

"بلوچستان میں ایک انتہائی فرسودہ نظام نافذ ہے جو جاگیرداری کی بدترین صورت ہے میں تمام سرداروں، جاگیرداروں، زمینداروں اور قبائلی سربراہوں کو خبردار کر دینا چاہتا ہوں کہ وقت تیزی سے بدل رہا ہے۔ دنیا کے حالات اور تقاضوں میں زبردست تبدیلیاں آرہی ہیں آپ کو وقت کے تقاضوں کو سمجھنا اور اپنے آپ کو ان کے مطابق ڈھالنا پڑے گا۔ آپ کو اپنی ساری توجہ اپنے عوام اور اپنی قوم کی فلاح پر صرف کرنی پڑے گی اور آنے والے وقت کی ضرورت کے عین مطابق قومی تعمیر و ترقی کے لئے اپنا کردار مثبت طور پر ادا کرنا ہوگا۔ .... ہم قبائلی عوام اور باقی قوم کی فلاح و بہبود، ترقی اور خوشحالی کو نظرانداز نہیں کرسکتے ۱۷؎"

جب ۱۹۴۵ء میں آپ دوبارہ بلوچستان تشریف لائے تو آپ نے عوام الناس سے رابطہ قائم کرنے کے علاوہ بلوچستانی مسلم طلباء سے بھی رابطہ پیدا کیا۔ آپ نے اکتوبر ۱۹۴۵ء میں بلوچستان مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس کو خطاب کیا۔ آپ نے اپنے خطاب میں طلباء کے قومی و انقلابی کردار کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا:

"مسلم طلباء کو ہدایت کروں گا کہ وہ سیاسیات کا نہایت گہری نظر سے مطالعہ کریں۔ سیاست تمہاری تعلیم کا ایک حصہ ہے۔ میں تمہیں متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ تمہاری سیاسی بیداری اور جدو جہد کے راستے میں چند شخصیتوں اور حکومت کی طرف سے رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری متحدہ اور ان تھک کوشش ملک کے اندر ایک انقلاب برپا کر سکتی ہے۔ آپ اپنی جدو جہد جاری رکھیں۔ آپ کو مخالفتوں اور رکاوٹوں کی پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ مجاہدوں کی طرح اپنے عزم و استقلال کے ہتھوڑے سے راستوں کے پتھروں کو ریزہ ریزہ کردو۔ تمہاری پیش قدمی جاری رہنی چاہیئے۔ آگے بڑھو۔ فتح و نصرت تمہارے قدم چومنے کے لئے بے قرار ہے ۱۸؎"

اس نوآبادیاتی دور میں آپ نے نہ صرف بلوچستان کے سیاسی حالات کا تجزیہ کیا بلکہ طلباء کی تنظیم کو جو پیغام دیا وہ نوآبادیاتی خطوں کے انقلابی طلباء کے لئے ایک مشعل کا کام دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا تھا:

"میں دیکھ رہا ہوں کہ بلوچستان کروٹ لے رہا ہے۔ بلوچستان کی نیم سیاسی اور قومی حکومت کے نظم و نسق کو بدلنے کے لئے عوام میں بیداری کی لہر اور جدوجہد کی تڑپ پیدا ہو چکی ہے اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی بیداری، آپ کی جدوجہد آپ کی یکجہتی اور عزم و استقلال سے اس صوبہ کے نظام میں تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ اپنی جدوجہد آزادی میں صبر و استقلال کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ خواہ حالات کتنے ہی اشتعال انگیز کیوں نہ ہوں"[19]

قائد اعظم قومی تحریکات کی کامیابی کے لئے اتحاد کو نہایت اہم سمجھتے تھے۔ مئی ۱۹۴۷ء میں بلوچستان مسلم لیگ میں دو دھڑے ہو گئے۔ ایک دیہاتی دھڑا تھا جس کی قیادت میر جعفر خان جمالی کے ہاتھ میں تھی اور دوسرا دھڑا شہریوں کا تھا جس کی قیادت قاضی محمد عیسیٰ کر رہے تھے۔ قاضی محمد عیسیٰ کے ایک گروہ پر نامعلوم لوگوں نے جمالی علاقہ میں حملہ کیا۔ قاضی عیسیٰ نے اس کی ذمہ داری جمالی مرحوم پر ڈالی تھی، لیکن میر جعفر خان نے اس کی بروقت تردید کر دی تھی۔ جب ان واقعات کی خبر صدر ڈسٹرکٹ مسلم لیگ لورالائی نے دہلی پہنچائی تو قائد اعظم نے بلوچستانی عوام کے نام حسب ذیل پیغام بھیجا:

"پاکستان کی منزل اب ہمارے بہت نزدیک آگئی ہے اور بلوچستان اس میں شامل ہوگا۔ وقت کا تقاضا ہے کہ چھوٹے چھوٹے معاملات کے متعلق جھگڑے فسادات بالکل ختم کر دیئے جائیں کیونکہ مسلمانوں کے سامنے زندگی اور موت کا سوال درپیش ہے۔ میں مسلمانانِ بلوچستان سے اپیل کروں گا کہ وہ متحد و منظم لیگ کی قیادت میں اعتماد رکھیں۔ جب ہمیں اپنا مقصود حاصل ہو جائے گا تو تمام چھوٹے بڑے معاملوں کا نہایت انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔ لہٰذا اس وقت تک ہمیں ہر حال میں صبر و تحمل سے کام لینا چاہیئے"[20]

جب برطانوی حکومت کے آخری وائسرائے ہند نے ۳ جون ۱۹۴۷ء کو تقسیم کے منصوبہ کا اعلان کیا تو برطانوی بلوچستان میں ۳۰ جون ۱۹۴۷ء کو ریفرنڈم کا دن مقرر کیا گیا۔ آپ نے ۲۵ جون ۱۹۴۷ء کو بلوچستانی عوام کے نام ایک پیغام جاری کیا کہ ریفرنڈم میں ہر مسلمان سے اپیل کروں گا کہ وہ پاکستان کے حق میں اپنی رائے کا اظہار کرے۔ آپ نے اپنے بیان میں واشگاف طور پر کہا تھا کہ بلوچستان سیاسی، جغرافیائی اور معاشی طور پر صرف پاکستان میں رہ سکتا ہے۔ یہ اہلِ بلوچستان کے مفاد میں ہے کہ وہ پاکستان میں شامل ہوں کیونکہ

صرف پاکستان اکیلا ہی تعلیمی، معاشی اور سیاسی ترقی و بہبود میں ان کی مدد کر سکتا ہے[۲۱]۔ قائداعظم کی اس اپیل نے شاہی جرگہ اور کوئٹہ میونسپلٹی کے ارکان پر بھرپور اثر کیا اور یوں ریفرنڈم کا فیصلہ پاکستان کے حق میں ظاہر ہوا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ کو بلوچستان کے عوام کی معاشی و اقتصادی پسماندگی کا شدت سے احساس تھا۔ جب ۱۱ فروری ۱۹۴۸ء کو آپ سبی پہنچے تو بلوچ عوام نے آپ کا عظیم الشان استقبال کیا۔ ۱۲، ۱۳ فروری ۱۹۴۸ء کو آپ نے شاہی جرگہ کے اراکین سے ملاقاتیں کیں، ان ملاقاتوں میں مسلم لیگی رہنما نواب محمد خان جوگیزئی نے قائداعظم سے کہا کہ وہ صوبہ کے نظم و نسق میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں چاہتے، انہوں نے قدیم سرداری نظام کو برقرار رکھے جانے کا اظہار کیا۔ اس طرح چند دیگر سرداروں نے بھی اصلاحات کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تو قائداعظم نے نوآبادیاتی نظام کی تخلیق "سرداری نظام" پر حسب ذیل رائے کا اظہار کیا:

"آپ سب کو معلوم ہے کہ سینکڑوں برس کی سرداری لوگوں کو آگے نہیں لے جا سکتی۔ آپ کو ایسی تجاویز پیش کرنی چاہئیں جو لوگوں کو آگے بڑھانے میں مدد دیں[۲۲]۔"

اسی طرح آپ سے مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے ارکان نے بلوچستان میں کانگریس کی حامی جماعتوں پر پابندی لگانے کے لئے کہا تو آپ نے اس تجویز کو غیر جمہوری سمجھتے ہوئے حسب ذیل ارشاد فرمایا:

"حکومت مسلم لیگ کی نہیں مسلمانوں کی ہے۔ اس لئے حکومت کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ آزادیٔ رائے پر پابندی لگائے۔ مسلم لیگ نے اپنی ۹ سالہ جدوجہد سے پاکستان کو حاصل کیا ہے۔ اس کے باوجود مسلم لیگ بعض مخالفین سے ڈرتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ مسلم لیگ خود کمزور ہے۔ اس سے بڑھ کر اس کی کمزوری کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اب تک مسلم لیگ اپنے لئے کوئی بہتر لیڈر منتخب نہیں کر سکی[۲۳]۔"

۱۵ فروری ۱۹۴۸ء کو بمقام سبی اخباری نمائندوں کے اس سوال کے جواب میں کہ آپ بلوچستان کو گورنر جنرل کے براہ راست کنٹرول میں رکھ کر آمریت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ تو آپ نے بلوچستان کی معاشی و اقتصادی ترقی کے لئے نئے طرز کو سراہا اور کہا کہ پارلیمانی جمہوریت کی بجائے اس طریقہ میں کام کی رفتار تیز ہو گئی ہے۔ آپ نے کہا کہ میں بلوچستان کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ دوسرے تمام صوبے پارلیمانی جمہوریت کے اس مرحلہ سے گذر چکے ہیں موجودہ حالات میں گورنر جنرل پر بوجھ ڈالے جانے کے سوا اور کوئی حل نہیں

ہے[۲۴]۔ قائد اعظم نے اپنی تمام زندگی میں پارلیمانی روایات اور جمہوریت کی نشو ونما اور تحفظ کی جنگ لڑی تھی لیکن آپ اس بات سے واقف تھے کہ بلوچستان جب تک اقتصادی و معاشی طور پر ترقی نہیں کرتا، اس وقت تک استحصالی قوتیں یعنی سرداری نظام وغیرہ موجود رہے گا۔ ایسی صورت میں بلوچستان کے لئے جمہوریت سودمند نہ ہوگی۔ بلکہ ایسی "جمہوریت" میں سردار اقتدار پر قبضہ کر کے استحصالی نظام کو مزید طاقتور بنا دیں گے۔ ۱۵ فروری ۱۹۴۸ء کو آپ نے دربار سبی سے بھی خطاب کیا تھا۔ اس خطاب میں آپ نے بلوچستان کی برطانوی عہد میں تقسیم اور اس کی معاشی بدحالی اور بلوچستان کی ترقی کے لئے براہ راست اپنی نگرانی اور ایک مجلس مشاورت کے قیام، مرکزی حکومت کی طرف سے صوبہ کی اقتصادی و معاشی ترقی کے لئے امداد اور اسلامی نظریۂ جمہوریت جیسے مسائل پر اپنی آراء کا اظہار کرتے ہوئے اپنی تقریر کو ان الفاظ پر ختم کیا:

"میں اس نئے دور کے آغاز پر اپنے بلوچستانی بھائیوں کی پوری کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ میں آپ کے مستقبل کو جس قدر روشن دیکھنا چاہتا ہوں اور جس کے لئے ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ وہ دائمی طور پر آپ کو نصیب ہو۔ خدا آپ کو کامیاب بامراد کرے[۲۵]"۔

قائد اعظم صوبہ میں تعلیمی منصوبوں کو بھی عملی جامہ پہنانے کے لئے ہر ممکن امداد فرمایا کرتے تھے۔ بلوچستان انجمن اسلامیہ کوئٹہ کے جنرل سیکرٹری نواب زادہ میر شہباز خان نوشیروانی نے انجمن کے سالانہ اجلاس اپریل ۱۹۴۸ء میں جو رپورٹ پڑھی تھی، اس میں انجمن کے لئے قائد اعظم کی طرف سے ایک ہزار روپیہ کے عطیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح بلوچستان مسلم لیگ کے رہنما قاضی محمد عیسیٰ کے ذمہ انجمن کا ۔/۶۷۵۰۰ روپیہ واجب الادا تھا۔ جو قائد اعظم کے حکم سے قاضی صاحب سے وصول کر کے انجمن کو دلوایا گیا[۲۶]۔

ہم دیکھتے ہیں کہ قائد اعظم کو بلوچستان سے جو لگاؤ تھا اس کے ردعمل میں بلوچ عوام بھی ان کے ایک اشارے پر اپنی جان نچھاور کرتے تھے۔ بلوچستان میں قائد اعظم ریلیف فنڈ کمیٹی قائم کی گئی تھی جس کا مقصد ہندوستان سے آئے ہوئے مہاجرین کو بلوچستان میں آباد کرنا تھا[۲۷]۔ قائد اعظم کو بلوچستان کی سرزمین سے والہانہ عشق تھا۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام یہاں پر گزارے۔ قائد اعظم بلوچستان کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے تھے۔ افسوس آپ کی زندگی نے وفا نہ کی اور آپ کی وفات کے بعد بلوچستان پر نوآبادیاتی اور استحصالی نظام کو برقرار رکھا گیا ۔۔۔ خوشی کا مقام ہے کہ اب حکومت نے اس خطہ کی معاشی و

اقتصادی ترقی کے لئے نو آبادیاتی نظام کی اساس "سرداری نظام" کے خاتمہ کا اعلان کیا ہے۔ آج قائد کی خواہشات بلوچستان میں بروئے کار لائی جا رہی ہیں کیوں کہ ہمارے خیال میں "بلوچستان کا مسئلہ اقتصادی ہے سیاسی نہیں" اس اعلان میں بلوچستان کے مسائل کا حل ہے۔ اور یہی قائد اعظم کے بلوچستان کا مستقبل ہے۔

مآخذ

۱۔ میر احمد یار خان، بلوچ قوم کے نام خان بلوچ کا پیغام۔ عباسی پریس، کراچی (۱۹۷۲ء) صفحہ نمبر ۵۷-۵۱۔

۲۔ میر احمد یار خان، مختصر تاریخ قوم بلوچ و خوانین بلوچ۔ انجمن پریس، کراچی (۱۹۷۲ء) صفحہ نمبر ۹۸۔

3, 4, 5, Baluch, I. U. Khan Correspondence between Quaid-i-Azam and Khan of Kalat, (Unpublished) p. 7,8, & 10

6, Baluch, Mir. Ahmad Yar Khan; Inside Baluchistan. Royal Book Company Karachi, (1975). p. 141

7, Baluch, I.U. Khan : Correspondence between Quaid-i-Azam and Khan of Kalat. (Unpublished). p. 117

۸۔ میر احمد یار خان۔ بلوچ قوم کے نام خان بلوچ کا پیغام۔ عباسی پریس، کراچی (۱۹۷۲ء) صفحہ ۵۹۔

9, Baluch, I.U. Khan Correspondence between Quaid-i-Azam and Khan of Kalat (Unpublished). p. 23, 24,

۱۰۔ ہفت روزہ "بولان" مستونگ۔ ۱۶ اپریل ۱۹۴۸ء۔

۱۱۔ ہفت روزہ "بولان" مستونگ۔ ۱۹ مارچ ۱۹۴۸ء۔

12, M. Rafique Afzal. Selected speeches and Statments of Quaid-i-Azam M.A. Jinnah, Research Society of Pakistan, Lahore (1975), p. 251, 304.

13, M. Rafique Afzal. p. 304

۱۴۔ عبدالرحمٰن غور - ہماری جدوجہد۔ ادارۂ ادب بلوچستان۔ کوئٹہ، (۱۹۵۴ء) صفحہ نمبر ۱۲۵۔

۱۵۔ روزنامہ "جنگ" راولپنڈی۔ ۵ر نومبر ۱۹۷۶ء۔

۱۶۔ ایف ۱/۲۱۴۔ قائداعظم پیپرز۔ وزارتِ تعلیم۔ اسلام آباد۔

۱۷۔ ڈائریکٹوریٹ آف ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز۔ "سرداری نظام کا خاتمہ"۔ صفحہ ۴۶ فیروز سنز کراچی۔ (۱۹۷۶ء)

۱۸۔ مفتی غلام جعفر۔ ارشاداتِ جناح، ادبستان۔ لاہور (تاریخ چھپائی ناپید) صفحہ ۲۲۱۔

۱۹۔ مفتی غلام جعفر۔ ارشاداتِ جناح، ادبستان، لاہور (تاریخ چھپائی ناپید) صفحہ ۲۲۲۔

۲۰۔ ہفت روزہ "بولان" مچھ۔ ۳۰ر مئی ۱۹۴۷ء۔

21, M. Rafique Afzal Selected speeches and Statements of Quaid-i-Azam M.A. Jinnah, Research Society, Lahore. (1973) p. 417.

۲۲۔ ہفت روزہ "بولان" مستونگ۔ ۲۷ر فروری ۱۹۴۸ء۔

۲۳۔ ہفت روزہ "بولان" مستونگ۔ ۲۷ر فروری ۱۹۴۸ء۔

24, M. Rafique Afzal Selected speeches and Statements of Quaid-i-Azam M. A. Jinnah, Research Society Lahore, p. 457

۲۵۔ ہفت روزہ "بولان" مستونگ۔ ۲۷ر فروری ۱۹۴۸ء۔

۲۶۔ ہفت روزہ "بولان" مستونگ۔ ۱۶ر اپریل ۱۹۴۸ء۔

۲۷۔ ہفت روزہ "بولان" مستونگ۔ ۱۶ر اپریل ۱۹۴۸ء۔